حضرت مولانا محمد میاں صاحب مرحوم دہلی

الارض المقدسہ فلسطین میں بنی اسرائیل کے چار معرکے

اسعد میاں ہند کے موٴرخ جلیل مولانا محمد میاں مرحوم کا اس ماہ انتقال ہوگیا۔ اسی مناسبت سے ہم مولانا مرحوم کا ایک تازہ مضمون جو پچھلے دنوں آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ پیش کر رہے ہیں۔

(ادارہ)

سرزمین فلسطین میں جسکو قرآن حکیم نے "الارض المقدسۃ" فرمایا ہے۔ "کنعان" (لبنان) شام (سوریہ) کے لوگ اور وہ قوی ہیکل وحشی بڑی تعداد میں آباد تھے، جن کو "عمالقہ" کہا جاتا تھا۔ حضرت حق جل مجدہٗ کا منشا یہ ہوا کہ ارض مقدسہ کو ان سے پاک کرایا جائے۔

یہی وہ زمانہ ہے کہ بنو اسرائیل جن کو تقریباً چار سو سال پہلے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں آباد کیا تھا۔ اور اب ان کی تعداد ایک روایت کے بموجب چھ لاکھ ہو گئی تھی، فرعون کے بے پناہ مظالم سے تنگ آکر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیر قیادت مصر سے نکلے تھے اور صحرا تیہ میں پہنچے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ بشارت سناتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے "الارض المقدسہ" کو تمہارے لئے طے فرما دیا ہے۔ ان کو اقدام کا حکم دیا۔ آگے بڑھو اور اس سرزمین میں داخل ہو جاؤ، جیسے ہی تم داخل ہوگے غالب ہو جاؤ گے، کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ (القرآن)

ممکن ہے بنو اسرائیل کے دل میں ولولہ پیدا ہوا ہو مگر جب دو باخدا نوجوانوں (حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا) کے علاوہ جائزہ لینے والے وفد کے تمام ارکان نے ان باشندوں کے قد و قامت اور ان کی دلیری کے حیرت انگیز حالات بیان کئے۔ تو سب کی ہمتیں پست ہوگئیں اور معذرت کر دی کہ "اِنَّ فِیْھَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ"

ممکن ہے ان کی معذرت کے الفاظ کچھ اور ہوں، مگر یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ ان کی معذرت کا مفہوم ادا کرنے کے لئے الفاظ منتخب کئے جن سے منشاء اخراج کی وجہ بھی معلوم ہوگئی ـــ کفر کے ساتھ حکومت اور سلطنت باقی رہ سکتی ہے۔ لیکن جس قوم کا خصوصی امتیاز ظلم و ستم اور جبر و قہر ہو جائے اس کے

لئے انقلاب ضروری ہے۔ وہ لوگ جو فلسطین میں آباد تھے اگرچہ ان کی نسلیں مختلف تھیں مگر جبر و قہر میں سب برابر تھے، اب یہ ایک جابرہ کا گروہ تھا۔

ایسی قومیں پہلے بھی گذر چکی تھیں جن کا طرۂ امتیاز جبر و قہر بلکہ ظلم و عصیان ہو گیا تھا، عاد اور ثمود، طسم و جدیس وغیرہ ایسی ہی جابر اور قاہر قومیں تھیں، ان کے متعلق سنت الٰہیہ یہ رہی کہ ان کو قدرتی آفات مثلاً بارش یا آندھی کے طوفان سے تباہ کر دیا گیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا کسی پر آسمان سے پتھر برسائے گئے انسانوں کی طاقت سے ان کو ختم نہیں کیا گیا۔

حضرات مفسرین کی تحقیق ہے کہ سب سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تدبیر الٰہی یہ ہوئی کہ انسانوں کو سنت قدرت کا آلۂ کار بنایا جائے اور جابر قوموں کو انسانوں ہی کی طاقت سے مغلوب کیا جائے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جہاد کو شریعت کا ایک حکم قرار دیا گیا اور پیروان موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ فلسطین کے جباروں کو ختم کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ اس وقت بنو اسرائیل نے اس حکم کی تعمیل سے پہلو تہی کی تو ان کو سزا دی گئی کہ وہ چالیس سال تک اس صحرا میں سرگرداں رہیں گے۔

توریت کا بیان ہے کہ مصر سے نکلنے کے بعد چالیس منزلیں طے کرکے بنی اسرائیل اس مقام پر پہنچے تھے جہاں ان کو سرزمین فلسطین میں داخل ہونے کا حکم ہوا تھا، انہوں نے حکم کی تعمیل سے سرتابی کی تو یک روزہ منزل کو یکسالہ منزل بنا دیا گیا اور داخلۂ فلسطین چالیس سال موخر کر دیا گیا۔ (گنتی باب ۳۳ میں ان چالیس منزلوں کے نام بھی بیان کئے گئے ہیں۔) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی وفات اسی صحرا میں ہوئی۔ توریت میں ہے کہ اس عرصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ قبائل کو کنعان (لبنان) میں آباد کر دیا تھا۔ بہرحال فلسطین میں داخلہ نہیں ہو سکا۔ البتہ اس عرصہ میں نوجوانوں میں روح جہاد پیدا ہو گئی۔

دونوں نبیوں کی وفات کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام ان کے قائم مقام قرار دئے گئے۔ انہوں نے اس روح جہاد سے کام لیا اور حکم اقدام کی تعمیل کرکے فلسطین کو فتح کیا۔ بنو اسرائیل کو یہاں آباد کیا باقاعدہ حکومت قائم کی جو کئی صدیوں تک (تقریباً پانچسو سال تک) رہی۔ آس پاس کے علاقہ اس مملکت میں داخل کر لئے گئے۔ (البدایۃ والنہایۃ) یہ پہلا معرکہ تھا بنی اسرائیل کا اس علاقہ کے باشندوں کے ساتھ۔

دوسرا معرکہ | یوشع علیہ السلام کے بعد تقریباً تین صدی تک بنو اسرائیل کی حالت درست رہی۔ لیکن پھر خرابی پیدا ہوتی شروع ہو گئی۔ انبیاء علیہم السلام برابر آتے رہے، ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہے تو قانون قدرت نافذ ہوا۔ اور وہی عمالقہ وغیرہ جن کو الارض المقدسہ سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ بڑھنے لگے، حتیٰ کہ بنو اسرائیل کو اس سرزمین سے نکال دیا اور ان کے خاندان بھی منتشر کر دئے مگر بنی اسرائیل کے

خاص طبقوں میں کچھ دینی احساس باقی تھا۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے نبی حضرت شموئیل اور توریت کے الفاظ میں "سموئیل" کی طرف رجوع کیا اور درخواست کی کہ ان کے لئے کوئی "ملک" حکمران مقرر کردیں جس کی زیر قیادت یہ راہ خدا میں جہاد کریں، حضرت سموئیل نے ان سے عہد و پیمان لیا اور خود اپنے انتخاب سے یا اللہ تعالیٰ کی وحی کے بموجب ایک شخص کو ان کا ملک نامزد کردیا، قرآن پاک کے الفاظ میں اس کی خصوصیت یہ تھی "زادہٗ بسطۃً فی العلم والجسم" (اسے علم اور جسم دونوں میں فراخی زیادہ دی ہے)

توریت نے اس کا نام "سادل" بتایا ہے۔ اور قرآن حکیم اسکو "طالوت" کہتا ہے۔ یعنی دراز قد، ماخوذ از طول یعنی قرآن پاک نے وہ نام تجویز فرمایا جس سے اس انتخاب کی وجہ بھی معلوم ہوجاتی ہے۔

طالوت نے مقابلہ کیا وہ اپنے حملوں میں کامیاب بھی ہوتا رہا۔ مگر ایک بہادر پر وہ قابو نہ پاسکا، یہاں تک کہ اس کو اعلان کرنا پڑا کہ جو اس کو مار دے گا میں اس کو بڑی دولت سے دولتمند کردوں گا اور اپنی بیٹی اس کو دیدوں گا۔ (۱۔ سموئیل)

قرآن حکیم نے اس بہادر کا نام "جالوت" بتایا ہے اور توریت کی زبان میں "جولیت" ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام طالوت کی فوج میں ایک سپاہی تھے۔ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر فرمائی تھی کہ انہوں نے جالوت کو مار ڈالا "قتل داؤد جالوت" ساتھ ہی قرآن حکیم نے یہ بھی فرمایا ہے:
"واتاہ اللہ الملک" اللہ تعالیٰ نے ان کو (داؤد) کو ملک عطا فرمادیا، مگر توریت کے طویل بیان کے بموجب حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک آسانی سے نہیں ملا بلکہ ان کو بہت کچھ ایذائیں پہنچائی گئیں اور ان کو بہت زیادہ ستایا گیا۔

سورۂ ص آیت ۱۷ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:
"واذکر عبدنا داؤد" یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت کی طرف توجہ دلائی گئی اس سے بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے مصائب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ گویا ان کا صبر ایک مثال ہے جو پیش نظر رہنا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ "قتل جالوت" حضرت داؤد علیہ السلام کا ایسا کارنامہ تھا جس نے ان کو قوم بنی اسرائیل کا ہیرو بنادیا تھا، سب کی نگاہیں ان پر جم گئیں اور ان کی مقبولیت بڑھ گئی، طالوت جو اعلان کرچکا تھا اس کو اس نے ضرور نباہا، حضرت داؤد کو داماد بھی بنالیا اور ان کو بہت بڑا دولتمند بھی کردیا مگر ان کو اپنا حریف بھی سمجھنے لگا، علانیہ قتل کردینا اسکی شاہانہ مصلحت کے خلاف تھا۔ تو در پردہ قتل کرنے کی صورتیں تجویز کیں۔ مگر وہ ہر مرتبہ ناکام رہا۔ توریت کا بیان یہ ہے کہ وہ اسی طرح کی

سازشیں کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا اور اس کے مرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہ بنایا گیا۔ مگر مورخین کا بیان یہ بھی ہے کہ ناکامیوں کے بعد اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ چنانچہ وہ خود حکومت و سلطنت سے دست بردار ہوگیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا دیا۔

یہ بنی اسرائیل کا دوسرا معرکہ تھا جس کا انجام نہایت مبارک اور مسعود تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام حکمران قرار دئیے گئے، یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ (سورہ ص) پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے، یہ بنی اسرائیل کا انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔

حضرت سموئیل کا ظہور حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات سے چار سو ساٹھ سال بعد ہوا۔ (البدایۃ والنہایۃ ص۲ ج۲) اس حساب سے تقریباً پانچ سو سال بعد بنو اسرائیل کی ترقی پذیر حکومت دوسری مرتبہ قائم ہوئی۔

تیسرا معرکہ یا انقلاب | حضرت داؤد علیہ السلام کی قائم کردہ سلطنت کا دور عروج تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات پر ختم ہوگیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے جانشین کے بعد سیاسی اتحاد بھی ختم ہوگیا۔ لیکن عمل اور کردار کے لحاظ سے تقریباً تین صدی تک یہ قوم اپنی اخلاقی اور دینی ذمہ داریوں کو نبھاتی رہی اس کے بعد خرابیاں شروع ہوئیں جو دن بدن بڑھتی رہیں اس دور کے نبی ہر چند اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔ مگر ان کی خرابیاں کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہی رہیں۔ بائبل کی کتابوں مثلاً تواریخ ۲، یا السفر الثانی من اخبار الایام کی کتاب، ارمیاہ کی کتاب، میکاہ یا میخا کی کتاب وغیرہ میں ان کے مفاسد اور مظالم تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں ان کتابوں کے تقریباً پانچسو صفحات کا مطالعہ کیجئے تو یہ تفصیلات سامنے آسکتی ہیں۔

مختصر یہ کہ فسق و فجور کی وبا میں یہ جارحیت بھی تھی کہ وہ اہل حق کی نصیحت کو گردن زنی جرم سمجھنے لگے تھے، چنانچہ متعدد انبیاء اسی جرم میں جام شہادت نوش کر چکے تھے، یہ انبیاء اس تباہی اور بربادی کی پیشین گوئی کرتے تھے۔ جو ان کے بدترین کردار کے نتیجہ میں آنے والی تھیں، اور جن کے ہاتھوں میں بنی اسرائیل کی باگ ڈور تھی، وہ ان کو قوم کا غدار قرار دیکر قتل تک کی سزائیں دیتے تھے۔ ان نصیحت کرنے والے انبیاءؑ میں آخری نبی حضرت برمیاہ تھے۔ انہوں نے نام لے کر بتا دیا تھا کہ بابل کے یہ حکمران تمہیں برباد اور تمہارے شہروں کو ویران کر دیں گے، مگر ان کی صاف گوئی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کو قید میں ڈال دیا، بہرحال انجام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً پانچ سو سال پہلے "بخت نصر" اور توریت کے الفاظ میں "بنوکد نضر" نے یروشلم پر حملہ کیا۔ جنگجو جوانوں کا قتل عام

کیا چراں کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا دیئے عورتوں کو برہنہ کر کے بازاروں میں گشت کرایا، عوام کو غلام بنایا، بچوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ بابل لے گیا، شہروں میں آگ لگوا دی، حویلیاں اور عبادت خانے مسمار کرا دیئے، تورات کے نسخے جلا ڈالے، بیت المقدس میں خنزیر ذبح کرائے۔ یہ تھا تیسرا معرکہ یا انقلاب جس میں بنو اسرائیل بھی تقریباً فنا ہو گئے اور ان کے شہر اور آبادیاں بھی۔

سبب اور وجہ | قرآن حکیم نے چند الفاظ میں اور توریت نے اپنے مفصل اور مطول بیانات میں اس لرزہ خیز و عبرت انگیز تباہی اور بربادی کا سبب ان کی بے پناہ بد اعمالیوں کو قرار دیا ہے۔ یعنی خدا کا قہر و غضب تھا جو بخت نصر اور اس کی فوج کے مظالم کی شکل میں وقوع پذیر ہوا مگر روحانی اسباب کے ساتھ مادی اسباب کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے، انسانوں کی نظر انہیں اسباب پر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے غیر مناسب نہیں ہوگا کہ مادی اسباب بھی تلاش کئے جائیں۔ چنانچہ مادی اسباب کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہاں مادی اسباب بھی روحانی اسباب سے ملتے جلتے ہیں ——

مادی اسباب | یہ وہ دور تھا جب بنو اسرائیل کی مادی طاقت انتہائی عروج پر تھی مادی اسباب، کی مضبوطی اور فراوانی نے ان میں تعیش کے ساتھ غرور بھی پیدا کر دیا تھا، یہی غرور تھا جو ان کو اپنے حقیقی خیر خواہ یعنی انبیاء علیہم السلام سے بغاوت پر اکساتا رہا، ان کا غرور برداشت نہیں کرتا تھا کہ ان پر تنقید کی جائے یا ان کی مرضی کے خلاف کوئی تعلیم دی جائے۔ چنانچہ قتل انبیاء ان کا شیوہ ہو گیا تھا۔

غیر معمولی طاقت کا یہ بیّن کارنامہ تھا کہ بابل کے بادشاہ نے حملہ کیا تو نہ صرف یہ کہ حملہ کو پسپا کیا بلکہ ساری فوج کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

شاہ بابل کا نام سنحاریب اور توریت کی زبان میں سنحریب تھا، بنو اسرائیل کے بادشاہ کا نام صدقیہ تھا۔ (ابن کثیر)

توریت کی روایت ہے کہ یہ لشکر وبا سے ہلاک ہو گیا۔ صرف پندرہ آدمی بچے لیکن محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لشکر کا قتل عام کیا گیا، صرف وہ پندرہ آدمی بچ گئے۔ جو بھاگ کر کہیں چھپ گئے تھے۔ سنحاریب نے بھی اسی طرح جان بچائی پہلے اس کی لاش تلاش کی گئی جب لاش نہیں ملی تو جنگلوں اور پہاڑوں میں لوگوں کو دوڑایا گیا بالآخر پہاڑ کے ایک غار میں اس کو پا لیا گیا اور ساتھ ہی پندرہ آدمی گرفتار کئے گئے جو اس کے "کُتّاب" (سیکریٹریٹ کے افسر) تھے ان میں اس کا پوتا بخت نصر بھی تھا۔

توریت کے بیان کے بموجب اگر وبا آئی تھی تو سنجاریب کو پہاڑ کے غار میں نہیں، نہیں، بلکہ کسی حکیم کے بیمارخانہ میں پناہ لینی چاہئے تھی، پہاڑ کے غار میں قتل عام سے بچنے کے لئے پناہ لی جاتی ہے وباء سے بچنے کے لئے نہیں۔

بہرحال شاہ سنجاریب اور اس کے ساتھیوں کی گردنوں میں کڑے (طوق) ڈالے گئے، روزانہ بیت المقدس اور ایلیاء کے اطراف میں انکو گھمایا جاتا تھا اور جَو کی دو روٹیاں ان کو دی جاتی تھیں، جب ایسی عالت میں ستر دن گذر گئے تو سنجاریب نے درخواست کی کہ ان کو قتل کیا جائے، ہر وقت کی اس مصیبت سے ایک دفعہ قتل کر دیا جانا بہتر ہے۔ (ابن کثیر وغیرہ)

اس درخواست کے جواب میں یہ ہُوا کہ ان کو بابل پہنچا دیا گیا سنجاریب بابل پہنچنے کے بعد سات سال زندہ رہا پھر اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے پوتے بخت نصر کو اس کا جانشین بنایا گیا اسی عرصہ میں بنو اسرائیل کا بادشاہ صدیقیا بھی مرگیا اور اسکی جگہ تاشیہ بادشاہ بنایا گیا مگر اس کے دور میں نظام سلطنت استوار نہیں ہو سکا اور مظالم کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی۔

حضرت یرمیاہ نبی تھے ان کو ستایا گیا حضرت دانیال کے ساتھ بھی ظالمانہ برتاؤ کیا گیا، بخت نصر اپنے ملک میں ترقی کر رہا تھا یہ اس کی مثال دیتے تو اس کے حامی سمجھے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا، بخت نصر بنی اسرائیل سے خار کھائے ہوئے تھا۔ وہ اپنی طاقت فراہم کر چکا تھا۔ بنی اسرائیل کا نظام پراگندہ ہُوا تو بخت نصر کو موقع مل گیا اس نے یروشلم پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

<u>بیت المقدس کی آبادکاری</u> | توریت کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بخت نصر مستقل بادشاہ تھا۔ لیکن ہشام بن کلبی اور طبری وغیرہ مورخین اسکو خودمختار نواب کی حیثیت دیتے ہیں۔ یہ شہنشاہ ایران "لہراسپ" کے ماتحت تھا، لہراسپ کے مرنے کے بعد بشتاشب اس کا جانشین ہُوا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں بخت نصر کا انتقال ہُوا، بنو اسرائیل اس وقت بابل کے علاقہ ہی میں تھے۔ بشتاشب نے ان کو آزاد کیا اور فلسطین لوٹا دیا، ایک شخص کو ان کا حکمران بھی بنا دیا، شہر کو آباد کرایا اور بیت المقدس بھی تعمیر کرا دیا۔

اب بنو اسرائیل کی شیرازہ بندی ہوئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کے ذریعہ سے توریت بھی انکو میسر آگئی۔ حضرت عزیر کو حفظ یاد تھی یا ان پر القاء ہوئی یا کسی جگہ کوئی نسخہ دفن تھا، حضرت عزیر کو کسی طرح اس کا پتہ چل گیا اور انہوں نے اسکو برآمد کر لیا اور دوسرے علماء کی امداد سے اسکو صاف اور صحیح

گویا یہ سب رودادیں ہیں، بہرحال طویل عرصہ کم از کم ایک صدی کے بعد بنی اسرائیل کو دوبارہ زندگی میسر آئی۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۹، رکوع ۳۵ میں ایک قریہ کا ذکر ہے۔ اس میں "مائۃ عام" (سو سال) کا لفظ بھی آیا ہے۔ مفسرین نے بربادی اور آبادی بیت المقدس کا سلسلہ بھی اس آیت سے جوڑا ہے۔

چوتھا معرکہ: حضرت عزیرؑ گویا بنو اسرائیل کے مجدد تھے۔ آپ کے زمانہ سے بنو اسرائیل کا دوبارہ نشو و نما شروع ہوا۔ مگر جب عروج کی منزل پر پہنچے تو ان کے تیور وہی تھے، وہی غرور اور سرکشی وہی ظلم و عدوان خدا پرستوں کو ایذاء پہنچانا، خدا کے پیغمبروں کو قتل کرا دینا وغیرہ وغیرہ۔ حتیٰ کہ بخت نصر کے ہنگامہ سے تقریباً پانچ سو سال بعد اور بنو اسرائیل کے نشاۃ ثانیہ سے تقریباً چار سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا تو یہ یہود ان کے دشمن ہو گئے۔ شام اور فلسطین اس وقت جمہوریہ روم کے ماتحت تھے، یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود شہید نہ کر سکے تو جمہوریہ روم کی عدالت میں ان پر دعویٰ دائر کر دیا اور پھر ایسی سازش کی کہ عدالت کو بذریعہ سولی سزائے موت کا فیصلہ کرنا پڑا، قرآن حکیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول یا مصلوب ہونے کا قطعی انکار کرتا ہے۔ اور یہی حقیقت بھی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔ اور سازش کرنے والوں ہی کا ایک شخص سولی پر چڑھایا گیا۔ مگر یہود کی ڈھٹائی یہ تھی کہ اپنے سینوں پر ہاتھ مار مار کر بڑے زور سے پکارتے تھے، کہ جن کو عیسیٰ کہتے ہو، جو مریم کا بیٹا تھا جس کو تم اللہ کا رسول کہتے ہو، ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ (سورۂ نساء آیت ۱۵۷)

لیکن یہ ان کی خوشی زیادہ عرصہ نہیں رہی، ان کے تمردنے ان کو اس زمانہ کے اقتدار اعلیٰ بازنطینی سلطنت بالفاظ دیگر جمہوریہ روم کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہی حکمران جن کی ایک عدالت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے صلیب کا فیصلہ کیا تھا۔ انہیں کی فوجیں طیطوس بن اسباسیانس (ٹیٹس) کی زیر قیادت تقریباً ۷۰ء میں، ان پر مسلط ہوئیں، اور بقول فلیتن مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان، بدمعاش، عبادت گذار، زاہد، لڑنے والے اور رحم کی فریاد کرنے والے، سب بلا امتیاز تہ تیغ کر دئیے گئے۔ (تاریخ یہود از ایل مین جلد دوم) "ٹائٹس نے اتنے یہودیوں کو پھانسی دی کہ نہ وہاں پھانسیوں کے لئے کافی جگہ باقی رہی نہ سزا پانے والوں کے لئے کافی پھانسیاں۔ (عیسیٰ انصاری از کلاسٹر بحوالہ تفسیر ماجدی)

یہ چوتھا معرکہ تھا جس کے نتیجہ میں یہود ہمیشہ کے لئے محروم کر دئیے گئے۔ آجکل اگرچہ امریکہ کے بل بوتے پر وہ بیت المقدس کے گرد منڈلا رہے ہیں، مگر یہ عارضی صورت ہے جس کے ختم ہونے کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آثار کو کامیاب فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔